معرفت طبقاتِ رجال کا تحقیقی جائزہ

Research review about the Knowledge of Starta of Biographies

*ڈاکٹر محمد طاہر خان

** محمد سعید شفیق

<u>ABSTRACT</u>

According to the traditionists, a Hadith can only be considered reliable when its Sanad offers an unbroken series of credible and veracious authorities till the Prophet Muhammad (S.A.W.). The critical investigation of the Sanad had caused the Muslim Scholars to make thorough research. They endeavored not only to ascertain the names and circumstances of the narrators in order to investigate where and when they lived and which of them had been personally acquainted with the other, but also to test their reliability, truthfulness and accuracy in transmitting the texts, to make certain which of them were reliable. Special works are also devoted to this subject among them many of the so-called Tabqāt works (that is biographies arranged in Islam & Muslims of various scholars).This article develops the concepts and tools for the systematic study of the mechanics of survival for medieval Islamic books. These concepts and tools are then applied to studying the history of the earliest extant biographical dictionary of the Islamic tradition.

***Keywords**: Islamic Books, History of Hadith, Islamic Tradition, biographical dictionary.*

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان۔

* پی۔ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان۔

امت مسلمہ میں سلسلہ نسب اور علم رجال کا ہونا ایک امتیازی وصف ہے اور یہ شرف انہیں حدیث نبوی ﷺ کی عظمت کی بناء پر حاصل ہوا۔ اس علم میں ان اشخاص کے نام، کنیت، لقب، حسب ونسب، اساتذہ، تلامذہ، رحلات علمیہ، دینی واخلاقی حالات اور تاریخ وفات وغیرہ کا مفصل ذکر ہوتا ہے جو سلسلہ روایت حدیث میں وارد ہوتے ہیں۔ علوم حدیث کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نقد حدیث کے زیادہ تر قواعد "رجال" سے متعلق ہیں بلکہ حدیث کے صحت وضعف کا دارومدار بھی رجال پر ہے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ "صحیح حدیث" کے لیے علماء نے جن پانچ شرائط [1] کا ذکر کیا ہے ان میں سے چار بلاواسطہ رجال سے متعلق ہیں، یعنی اتصال سند، عدالت، ضبط اور عدم شذوذ اور پانچویں شرط عدم علت بھی بالواسطہ رجال سے تعلق رکھتی ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ "علم الرجال" علوم حدیث میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے معرفت کے بغیر حدیث کی صحیح معرفت ممکن نہیں ہے۔

تیسری صدی ہجری کی آمد کے ساتھ ہی "علم الرجال" باضابطہ ایک فن کی شکل اختیار کر گیا، جس کے اصول وضوابط کی تفصیلات سینکڑوں کتابوں کے ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ نیز حفاظت حدیث کے نقطہ نگاہ سے جب راویان حدیث کی جانچ پڑتال شروع ہوئی تو اس سے ان کے عہد اور ان کے معاصرت کی تلاش شروع ہوئی، اس طرح علم الطبقات وجود میں آیا۔ زیر نظر مقالہ انہی کتابوں کی ترتیب، محدثین کے اسلوب اور منہج کے بارے میں ترتیب دیا گیا ہے۔

کتب رجال کی ترتیب وتنظیم:

کتب رجال کے مصنفین نے اپنے کتابوں کو درج ذیل چار مناہج پر ترتیب دیئے ہیں۔

(ا) نسب کی بنیاد پر

(2) شہروں کی بنیاد پر

(3) حروف تہجی کی بنیاد پر

(4) طبقات کی بنیاد پر

ان چار مناہج ترتیب میں سے آخر الذکر یعنی طبقات کی بنیاد پر کتب رجال کی ترتیب اس موضوع سے متعلق ہے لیکن ربط معلومات کے لیے بہت اختصار کے ساتھ چاروں مناہج کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) نسب کی بنیاد پر کتب رجال کی ترتیب:

اس ترتیب کا مفہوم یہ ہے کہ مصنف ایک خاندان اور ایک قبیلہ کے تمام رواۃ کو ایک جگہ بیان کرے، مثال کے طور پر قبیلہ قریش میں پہلے بنوہاشم کو ذکر کرے پھر نضر اور قحطان کے افراد کا ذکر کرے۔

اس ترتیب کی سب سے پہلی مثال سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملتی ہے۔ انہوں نے فوج کا جو دیوان مرتب کرایا تھا اس میں اسی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا تھا [(2)] اور جب تیسری صدی ہجری میں رجال کی کتابیں لکھی گئیں تو بعض مصنفین نے اسی ترتیب کو اختیار کیا، اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انساب اور قبائل کے بنیاد پر کتابوں کی ترتیب کا کام خالص اسلامی دور کی ایجاد ہے۔ جاہلی دور سے اس کا تعلق نہیں ہے، اس نہج کے مشہور اور قدیم کتابوں میں خلیفہ بن خیاط کی "کتاب الطبقات" اور محمد بن سعد کی "الطبقات الکبریٰ" قابل ذکر ہیں۔

(۲) شہروں کی بنیاد پر کتب رجال کی ترتیب:

اس ترتیب کا مفہوم یہ ہے کہ مصنف ایک شہر کے تمام رجال ایک ساتھ بیان کرے، اس منہج کی کتابوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنفین نے اُس شہر کو ترتیب میں سب سے مقدم رکھا ہے جس میں یا تو رواۃ کی تعداد سب سے زیادہ تھی یا اس کو دینی اور شرعی پہلو سے کوئی فضیلت حاصل تھی اور یہی وجہ ہے کہ تمام کتابوں میں مدینہ منورہ کو دیگر شہروں پر مقدم رکھا گیا ہے اس لیے کہ ابتدائی دو صدیوں تک وہاں علماء کی تعداد سب سے زیادہ ہے حتیٰ کہ بعد کے زمانے میں بھی مکہ اور مدینہ کی افضلیت کی وجہ سے اسے مقدم رکھا گیا ہے۔ علامہ ابن الجوزیؒ [(3)] نے چھٹی صدی ہجری میں جب اپنی کتاب "صفوۃ الصفوۃ" ترتیب دی تو یہ ارادہ کیا کہ اس وقت کے سب سے بڑی علمی مرکز بغداد کو ترتیب میں مقدم رکھیں لیکن پھر مکہ اور مدینہ کے مرتبہ و مقام کو دیکھتے ہوئے یہ ارادہ تبدیل کر دیا اور کتاب کی ابتدا مدینہ کے رجال سے کی۔ [(4)] اس ترتیب کے قدیم کتابوں میں ابن سعد کی "الطبقات الکبریٰ" امام مسلم بن حجاج کی "کتاب الطبقات" اور ابن حبان کی "مشاہیر علماء الامصار" قابل ذکر ہیں۔

(۳) حروف تہجی کی بنیاد پر کتب رجال کی ترتیب:

اس ترتیب کا مفہوم یہ ہے کہ راوی کے نام کے پہلے حرف کا اعتبار کرتے ہوئے اس راوی کو پہلے ذکر کیا جائے۔ نام الف سے شروع ہوتا ہے۔ پھر حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق دوسرے رواۃ کا ذکر کیا جائے۔ مناہج ترتیب میں یہ منہج سب سے آسان اور مفید مانا جاتا ہے۔ اسی لیے متاخرین مؤلفینِ رجال نے اسی ترتیب کو اپنایا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ منہج ترتیب بعد کی ایجاد ہے بلکہ تیسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں محدثین نے اس کو اختیار کر لیا تھا۔ کتب رجال میں جو کتابیں اس منہج پر ترتیب دی گئی ہیں، ان میں امام محمد بن اسماعیل بخاری کی "التاریخ الکبیر" امام مسلم بن حجاج کی "الکنیٰ والاسماء" امام عقیلی" کی الضعفاء الکبیر" امام ابن ابی حاتم الرازی کی "الجرح والتعدیل" اور امام ابن حبان کی "المجروحین من المحدثین" کافی شہرت رکھتی ہیں۔

(۴) طبقات کی بنیاد پر کتب رجال کی ترتیب:

کتب رجال کی طبقاتی ترتیب ہی اس مقالہ کا اہم حصہ ہے اس لیے اس منہج کی تھوڑی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

طبقہ کا لغوی معنی:

قرآن مجید میں لفظ "طبقہ" مستعمل نہیں ہے البتہ "طبق" اور "طباق" دو الفاظ وارد ہیں، پہلی آیت سورہ انشقاق کی ہے:

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ[5] اور دوسری آیت سورہ ملک کی ہے: الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا[6]

اصحاب لغت نے طبقہ کو اسی مادہ میں ذکر کیا ہے اور اس کے معنی و مفہوم کی وضاحت کی ہے۔

طبق من الناس: أي جماعة ، والمطابقة: الموافقة، وطبقات الناس: مراتبهم[7]

"طبقہ کا لغوی معنی ہے جماعت، اسی سے لفظ مطابقت ماخوذ ہے جس کا معنی ہے موافقت اور طبقات الناس کا مطلب ہے لوگوں کے مراتب"۔

علامہ ابن منظور افریقی[8] لکھتے ہیں:

الطَّبَق الجماعة من الناس يَعْدِلون جماعةً مثلهم[9] "طبقہ اس جماعت کو کہتے ہیں جو ہم مثل ہو"۔

طبقہ کی اصطلاحی تعریف:

طبقہ کا اطلاق ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جن کی عمر یکساں ہوں اور وہ اپنے اساتذہ سے بھی حصول علم اور استفادہ میں باہم یکساں ہوں، حافظ سخاوی[10] لکھتے ہیں: الطبقات جمع طبقة: وهي في اللغة: القوم المتشابهون، (وتعرف) في الاصطلاح، (بالسن) أي: باشتراك المتعاصرين في السن ولو تقريبا (و) به (الأخذ) عن المشايخ، وربما اكتفوا بالاشتراك في التلاقي، وهو غالبا ملازم للاشتراك في السن[11]

طبقہ کی زمانی تحدید:

جب محدثین نے رواۃ کو طبقات میں تقسیم کیا تو یہ ایک اصطلاح اختیار کر گئی، چنانچہ بعض علماء نے صحابہ کو ایک طبقہ، تابعین کو طبقہ دوم اور اتباع تابعین کو طبقہ سوم ٹھہرایا۔ اس تقسیم پر وہ اس حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہیں:

"خيرُ القرون قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم " [12]

"سب سے افضل لوگ میرے زمانہ کے ہیں، پھر ان کے قریب والے اور پھر ان کے قریب والے"۔

اسی طرح کچھ محدثین صحابہ کرام کو کئی طبقات میں تقسیم کرتے ہیں اور پھر اسی طرح تابعین اور اتباع تابعین کو بھی متعدد طبقات میں تقسیم کرتے ہیں، لیکن قرن کتنے عرصے کو کہا جاتا ہے ؟، اس میں اختلاف ہے، بعض کے ہاں سو سال اور بعض کے ہاں چالیس سال کا ہوتا ہے۔ حافظ ابن کثیر [13] لکھتے ہیں: فمن الناس من يرى الصحابة كلهم طبقة واحدة، ثم التابعون بعدهم كذلك....فذكر بعد قرنه قرنين أو ثلاثة. ومن الناس من يقسم الصحابة إلى طبقات، وكذلك التابعين فمن بعدهم. ومنهم من يجعل كل قرن أربعين سنة [14]

ہجری نام کے لغوی عالم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما [15] سے نقل کیا ہے کہ طبقہ بیس سال کا ہوتا ہے۔ [16]

طبقہ کی یہ تحدیدیں متقدمین علماء کے یہاں نہیں ملتیں بلکہ آٹھویں صدی ہجری میں امام ذہبی [17] کے بعد اس کا استعمال عام ہوا ہے، اس طرح طبقہ کے کسی خاص مدت کی تحدید اس وقت مفید ثابت ہوتی جب اس تحدید پر علماء کا اتفاق ہوتا اور کتب رجال میں اس کا اعتبار کیا جاتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مصنف کے یہاں طبقہ کی مدت الگ الگ ہے۔

علم طبقات کے فوائد:

طبقات کا تعلق علوم الحدیث میں اسناد سے ہے۔ اسے اگر علم اسماء الرجال کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا جس میں رواۃ کے حالات بیان کر کے اس کا طبقہ متعین کیا جاتا ہے جو علم تاریخ کا وظیفہ نہیں ہے۔ فن جرح وتعدیل بھی اسماء الرجال کی جانچ پڑتال کی ایک شاخ ہے۔ ان علوم کے باہمی ارتباط و تعلق کی وجہ سے علوم الحدیث میں علم طبقات کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ درج ذیل چند مثالیں علم طبقات کے فوائد اور اس کی اہمیت پر شاہد ہیں:

1: علم طبقات کے ذریعے ہم نام میں تمیز پیدا کرنا:

طبقات رواۃ کی معرفت سے ہی یہ چیز ممکن ہو سکتی ہے کہ متشابہ اور ایک جیسے ناموں کے رواۃ میں تمیز کی جاسکے، جیسے کوفہ میں اسماعیل بن ابان نام کے دو ہم عصر راوی تھے۔ ایک اسماعیل بن ابان الوراق الازدی [18] جب کہ دوسرا اسماعیل بن ابان الغنوی، [19] ان میں الوراق ثقہ راوی اور امام بخاری کے شیوخ میں سے ہے جب کہ دوسرا کذاب اور وضاع ہے۔ ان دونوں سے حافظ یعقوب ابن ابی شیبہ

الصلت البغدادی [20] روایت کرتا ہے۔اب روایت میں ان کے درمیان تمیز کرنے کے لیے ہمیں علم الطبقات کا مرہون منت ہونا پڑے گا، جس سے ان کے شیوخ کا تعین ہوگا نیز ان سے روایت کرنے والے طبقہ سے بھی ان کی وضاحت ہوگی۔

2:سند میں وارد غیر منسوب راوی کا تعین:

بعض دفعہ سند میں راوی کو اس کی کنیت یا صرف نام سے ذکر کیا جاتا ہے جس سے صراحتاً اس کا تعین نہیں ہو پاتا تو طبقات رواۃ کی مدد سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ جیسے سفیان الثوری اور سفیان بن عیینہ نے اکثر ایک ہی سلسلہ شیوخ سے روایات کی ہیں اور اسناد میں سفیان کے نام کا تعین نہیں ہو پاتا کہ دونوں مین سے کون ہیں؟ تو اس کی وضاحت یوں ہوتی ہے کہ امام ثوری نے ابن عیینہ کے مقدم طبقہ سے اخذ کیا ہے جنہیں ابن عیینہ نے نہیں پایا۔ جیسے عمرو بن مرہ اور زبید الیامی وغیرہ۔اس طرح ابن عیینہ ، سفیان ثوری سے 37 سال بعد تک زندہ رہے اور ان سے محدثین کے دو طبقات نے اخذ کیا ہے جنہوں نے سفیان ثوری سے روایت نہیں لی۔ چنانچہ جب امام احمد بن حنبل اور ان کے طبقہ کے محدثین اپنی روایت میں سفیان سے روایت بغیر وضاحت کے ذکر کریں تو اس سے مراد ابن عیینہ ہوتے ہیں۔اسی طرح جب عبداللہ بن المبارک ، یحیی القطان ، وکیع ، فضل بن دکین وغیرہ حدثنا سفیان کہیں تو اس سے مراد سفیان ثوری ہیں ۔ جب کہ سفیان بن عیینہ کو یہ ان کے والد کی نسبت سے بیان کرتے ہیں۔[21]

3:علم الطبقات کے ذریعے کذاب اور متروکین کی نشاندہی:

علم الطبقات کے ذریعے کذاب اور ضعیف ومتروک رواۃ کی اغلاط کی نشاندہی بڑی آسانی سے ہو جاتی ہے کہ جب ایک راوی ایک طبقہ کے راوی سے روایت کر رہا ہو اور پھر اس سے ایک طبقہ آگے جا کر روایت شروع کر دے یا دونوں کو اکٹھا ملا دے مثلاً:

امام حاکم اور خطیب بغدادی نے احمد بن علی بن حسنویہ نیشاپوری (وفات:350ھ) کو کذاب کہا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا امام ترمذی (وفات:279ھ)اورامام ابو حاتم (وفات:277ھ) سے سماع بالکل صحیح ہے کیونکہ یہ دونوں احمد بن علی نیشاپوری کے طبقے سے ہیں لیکن یہ جب اس سے آگے بڑھتے ہوئے امام مسلم (وفات:261ھ) اور احمد بن ازہر (وفات:263ھ) سے بھی سماع کا دعویٰ کرتا ہے تو ائمہ جرح وتعدیل فوراً اس کے کذب کو آشکارا کر دیتے ہیں۔[22]

اسی طرح امام وکیع بن الجراح سے روایت ہے کہ انہوں نے غالب بن عبید اللہ الجزری [23] سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا۔اس نے کہا کہ "حدثنا سعید بن المسیب، والاعمش" وکیع کہتے ہیں کہ میں نے اسے چھوڑ دیا کیوں کہ اس نے ایک ہی روایت میں اعمش اور ابن المسیب سے سماع کا ذکر کیا جب کہ دونوں کے طبقہ میں کافی تفاوت ہے۔ [24]

4:اخبار اور نقل میں خلط ملط کی نشاندہی:

حافظ مزی نے امام اعمش [25] کے حالات میں لکھا ہے:

رأى أنس بن مالك ، وأبا بكرة الثقفي ، وأخذ له بالركاب[26]

"اعمش نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور سیدنا ابو بکرہ الثقفی رضی اللہ عنہ کی رکاب تھامی"۔

اب یہ کیسے ممکن ہے کہ پانچویں طبقہ کا اعمش دوسرے طبقہ کے ابو بکرہ کو پالیں، کیوں کہ اعمش کی پیدائش ہی ابو بکرہ کے وفات کے بعد ہوئی ہے۔حافظ سخاوی علم طبقات کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو من المهمات وفائدته الأمن من تداخل المشتبهين كالمنفقين في اسم أو كنية أو نحو ذلك كما بيناه في المتفق والمفترق وإمكان الإطلاع على تبين التدليس[27]

"رُواۃ کے طبقات کی پہچان سے وہ اِلتباس دور ہو جاتا ہے جو بعض راویوں کے ملتے جلتے ناموں اور کنیتوں کے مابین پیدا ہو جاتا ہے۔علمِ حدیث میں بحث و تمحیص کرنے والوں کے لیے یہ سہولت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ بہت جلد تدلیس، اِنقطاع اور اِرسال کی صورتوں سے آگاہ ہو جاتے ہیں"۔

طبقات کی اہم کتابیں اور ان کا منہج:

دوسری صدی ہجری کی ابتداء تک تدوین حدیث اور مجموعہ احادیث کے حوالے سے بعض اہم کتب منظر عام پر آچکی تھیں مگر علم الرجال کے حوالے سے کسی تصنیف کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی اس کی ایک وجہ تو تقصیر سند تھی اور دوسری وجہ شیوخ محدثین کا معروف ہونا تھا کہ ہر عام وخاص انہیں جانتا تھا لیکن دوسری صدی کے اختتام تک جب اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع ہوئیں اور محدثین نے رحلات علمیہ سے دور دراز کے علماء سے اکتساب کیا تو اس بات کی ضرورت سامنے آئی کہ رجال حدیث کے اسماء واحوال کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔اس وقت کتب طبقات کو احاطہ تحریر میں لانے کا آغاز ہوا۔ان میں چند قدیم اور معروف کتابوں کے مناہج انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں:

1: طبقات الفقہاء والمحدثین: ہیثم بن عدی بن عبد الرحمن الطائی الثعلبی الکوفی۔[28] اس کتاب کو علم الطبقات میں خصوصاً اور علم الرجال میں عمومی طور پر پہلے کتب میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب اب مفقود ہے اور اس کا ذکر صرف کتابوں میں ہی ملتا ہے۔ البتہ حافظ خطیب بغدادی کی کتاب "تاریخ بغداد" میں منقول 23 نصوص اس کتاب کے ایک حصہ کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔[29]

2: کتاب الطبقات: محمد بن عمر بن واقد الواقدی۔[30] اگر چہ متکلم فیہ ہیں لیکن سیر و مغازی کے ائمہ میں سے ہیں۔ آپ نے رجال میں کئی ایک کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں ایک "الطبقات" بھی ہے جو کہ اپنے فن کی ایک ممتاز تصنیف گردانی جاتی ہے جس سے بہت سے اہل علم مستفید ہوئے۔[31]

3: الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد بن منیع کاتب الواقدی[32] طبقات ابن سعد فن رجال کی بنیادی کتاب ہے جس میں سیرت رسول ﷺ، تذکرۂ صحابہ و تابعین پر توجہ دی گئی ہے۔ یہ کتاب ترتیب زمانی و مکانی دونوں اعتبار سے مرتب ہے۔ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کو شہروں پر تقسیم کر کے طبقات پر مرتب کیا ہے۔ موضوعات کے اعتبار سے اس طرح منقسم ہے:

جلد اول و دوم: سیرۃ النبی ﷺ۔

جلد سوم: بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

جلد چہارم: قدیم الاسلام صحابہ و تابعین نیز مکہ، طائف، یمامہ اور بحرین کے رہنے والے۔

جلد پنجم: اہل مدینہ کے صحابہ و تابعین، نیز مکہ، طائف، یمامہ اور بحرین کے رہنے والے۔

جلد ششم: کوفہ میں رہنے والے صحابہ و تابعین۔

جلد ہفتم: بصرہ، واسط، مدائن، خراسان، رے، ہمدان، قم، انبار، شام، جزیرہ، عواصم، ثغور، مصر م ایلہ، افریقہ اور اندلس میں رہنے والے صحابہ و تابعین۔

جلد ہشتم: صرف صحابیات کے لیے مخصوص ہے۔

4: کتاب الطبقات: ابو عمرو خلیفہ بن خیاط۔[33] آٹھ اجزاء پر مشتمل اس کتاب کو علم الطبقات میں انتہائی اہم اور بنیادی مقام حاصل ہے۔ اس کی سب سے اہم خوبی انساب کا خاص طور سے اہتمام ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے تمام صحابہ کرام کو ایک ہی طبقہ مانا ہے اور اپنے ہم عصر محمد بن سعد کی طرح صحابہ کرام کو کئی طبقات میں تقسیم نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد تابعین کو گیارہ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔[34]

5: الطبقات لمسلم بن الحجاج: طبقات کے موضوع پر پانچویں معروف کتاب امام مسلم[35] کی "الطبقات" ہے لیکن اس کتاب میں صرف صحابہ اور تابعین کے نام ذکر کیے گئے ہیں، ان کے حالات زندگی سے یہ کتاب خالی ہے، البتہ صحابہ کرام کو ایک طبقہ میں اور تابعین کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔[36]

6: مشاہیر علماء الامصار: یہ کتاب حافظ ابن حبان[37] کی ہے۔ اس میں انہوں نے مشہور و معروف اہل علم کے بلاد اور طبقات کے لحاظ سے تراجم ذکر کیے ہیں۔ آپ نے رواۃ حدیث کو چار طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ صحابہ، تابعین، اتباع تابعین، اتباع تابعین سے روایت کرنے والے۔ اس طرح بلاد اسلام کو بھی چھ اقالیم میں تقسیم کیا ہے۔[38]

متقدمین کی طرح متاخرین علماء نے بھی اپنے کتب رجال میں طبقاتی نظام کو اختیار کیا ہے اور ان میں امام ذہبی کا نام سر فہرست ہے، امام ذہبی نے اپنے متعدد کتابوں کو اس منہج پر ترتیب دیا ہے جیسے تذکرۃ الحفاظ، تاریخ الاسلام، سیر اعلام النبلاء، المعین فی طبقات المحدثین اور طبقات الشیوخ وغیرہ، لیکن ان تمام کتابوں میں طبقات کے تحدید اور مدت طبقات کے تحدید کا کوئی یکساں نظام نہیں ہے۔ مثال کے طور پر تاریخ الاسلام کو ستر طبقات پر تقسیم کیا ہے اور ہر طبقہ کی مدت دس سال رکھی ہے، تذکرۃ الحفاظ کو اکیس طبقات پر تقسیم کیا ہے اور سیر اعلام النبلاء کو چالیس طبقات پر تقسیم کیا ہے حالانکہ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء دونوں کتابوں میں صحابہ کرام سے امام ذہبی کے دور تک کے تراجم رجال ذکر کیے گئے ہیں۔

متاخرین علماء کی کتابوں میں حافظ ابن حجرؒ[39] کی معروف و متداول کتاب "تقریب التہذیب" بھی طبقاتی نظام پر مرتب کی گئی ہے۔ آپ نے عہد صحابہ سے لے کر عصر روایت کے آخر تک راویوں کے طبقات شمار کیے ہیں۔ موصوف نے راویوں کے کل بارہ طبقات بنائے ہیں اور صرف اُس راوی کو اس زمرہ میں شمار کیا ہے جس کی روایت کتب ستہ [صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نَسائی، اور سنن ابن ماجہ] میں سے کسی کتاب میں موجود ہو۔ طبقات حسب ذیل ہیں:

پہلا طبقہ: اس میں صحابہ کرام بر اختلافِ مراتب شامل ہیں۔

دوسرا طبقہ: کبار تابعین مثلاً: سعید بن مسیَّب کا طبقہ۔

تیسرا طبقہ: تابعین کا درمیانی طبقہ، جیسے حسن بصری اور محمد بن سیرین۔

چوتھا طبقہ: ان تابعین کا طبقہ جو درمیانی طبقہ سے ملتے جلتے تھے اور انہوں نے زیادہ تر تابعین سے ہی روایتیں لیں، جیسے ابن شہاب زہری اور قتادۃ۔

پانچواں طبقہ: صِغار تابعین کا طبقہ، جنہوں نے ایک دو صحابہ کو دیکھا مگر اُن کا صحابہ سے سماع ثابت نہ ہو، جیسے: اعمش۔

چھٹا طبقہ: اس طبقہ میں وہ تابعین شامل ہیں جو پانچویں طبقہ والوں سے مل چکے تھے، مگر ان میں سے کسی کی بھی صحابی سے ملاقات اور روایت ثابت نہ ہو جیسے: ابن جُرَیج۔

ساتواں طبقہ: کِبار اَتباعِ تابعین کا طبقہ مثلاً: مالک بن انس اور سفیان ثوری۔

آٹھواں طبقہ: درمیانہ طبقہ کے اَتباعِ تابعین مثلاً: سفیان بن عیینہ اور ابن علیہ۔

نواں طبقہ: صِغار اَتباعِ تابعین مثلاً: ابو داؤد طیالسی اور شافعی۔

دسواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والے وہ رواۃ جو تابعین سے نہیں ملے، جیسے: احمد بن محمد بن حنبل۔

گیارہواں طبقہ: اَتباعِ تابعین کے بعد آنے والوں کا درمیانی طبقہ، مثلاً: امام ذُہلی اور امام بخاری۔

بارہواں طبقہ: وہ صِغار جنہوں نے اَتباعِ تابعین سے روایات لیں مثلاً: امام ترمذی۔[40]

کتب طبقات اور کتب تاریخ میں فرق:

متقدمین علماء نے طبقاتی نظام پر ترتیب دی گئی کتابوں کو تاریخ کا نام دیا ہے، مثال کے طور پر تیسری صدی ہجری کے امام بخاری نے رجال کے موضوع پر اپنی تین کتابوں کو تاریخ کا نام دیا ہے "التاریخ الکبیر"، "التاریخ الاوسط" اور "التاریخ الصغیر" لیکن متاخرین علماء نے تاریخ اور طبقات میں تمیز قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ العزبن جماعۃ[41] نے دونوں میں تمیز کو ایک مشکل کام قرار دیتے ہوئے مبہم اور غامض الفاظ میں تفریق کو بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

بينه وبين التاريخ عموم وخصوص وجهي فتجمعان في التعريف بالرواة وينفرد التاريخ بالحوادث والطبقات بما إذا كان في البدريين مثلا من تأخرت وفاته عمن لم يشهدها لاستلزامه تقديم المتأخر الوفاة وقد فرق بينما المتأخرين بأن التاريخ ينظر فيه بالذات إلى المواليد الوفيات وبالعرض إلى الأحوال والطبقات ينظر فيها بالذات إلى الأحوال وبالعرض إلى المواليد والوفيات [42]

"طبقات اور تاریخ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے، رواۃ کی تعریف میں دونوں مشترک ہیں جب کہ حوادث کا بیان تاریخ کے ساتھ خاص ہے اور تاریخ وفات کا اعتبار طبقات کے ساتھ خاص ہے، طبقات اور تاریخ میں فرق سے متعلق بعض متاخرین علماء کی رائے یہ ہے کہ تاریخ کا خصوصی موضوع تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات ہے اور راوی کے دیگر احوال تاریخ کا اضافی موضوع ہے جب کہ راوی کے حالات

زندگی طبقات کا خصوصی موضوع ہے اور تاریخ پیدائش اور وفات اضافی موضوع ہیں۔ الغرض طبقات اور تاریخ دونوں فنون ایک دوسرے سے کافی ملتے جلتے ہیں اور تفریق کی جو صورتیں بتائی گئیں ہیں کچھ کتابوں پر منطبق ہوتی ہیں اور کچھ پر نہیں"۔

نتائج بحث :

حدیث میں طبقات رجال کا موضوع انتہائی وسیع اور ہمہ گیر موضوع ہے اور ہر دور میں محدثین کرام نے اس موضوع پر علمی مواد اکٹھا کیا ہے اور نہایت علمی انداز میں اس فن کے کتابوں کو ترتیب دیا ہے اور یہی وہ علمی اور تحقیقی ورثہ ہے جس کی روشنی میں سنت کا صحیح اور حقیقی چہرہ نمودار ہوتا ہے۔ حدیث کے استناد میں اس کی اہمیت کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ:

1: طبقات رجال کی معرفت، رواۃ حدیث پر کی جانے والی نقد و جرح اور تعدیل و توثیق کی معرفت میں معاون ثابت ہوتی ہے اور اس کی روشنی میں حدیث کا درجہ متعین کیا جا سکتا ہے۔ کسی راوی کے بارے میں اگر یہ علم نہ ہو کہ وہ کس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے تو یہ اندازہ لگانا ایک مشکل امر ہو گا کہ وہ تابعی ہے یا تبع تابعی یا اس کے بعد کے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ حافظ ابن حجر کی رجال پر سب سے مختصر اور جامع کتاب "تقریب التہذیب" عام طور پر علماء اور طالبان علوم حدیث کے لیے اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس کتاب کے طبقاتی نظام ترتیب سے واقف نہ ہو تو اس کتاب سے صحیح استفادہ نہیں کر سکتا اور راوی کے بارے میں یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ وہ صحابی ہے یا تابعی، تبع تابعی ہے یا اس کے دور کا۔

2: طبقات حدیث کی معرفت سے حدیث کے اندر واقع ہونے والی ارسال، انقطاع اور عضل کی معرفت ہوتی ہے، مثال کے طور پر کسی حدیث کے سند میں چار رواۃ ہیں اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ کون سا راوی صحابہ کے طبقہ سے ہے اور کون تابعین، تبع تابعین کے طبقہ سے؟ اب اگر تابعی کے طبقہ سے تعلق رکھنے والا راوی اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے بلاواسطہ روایت کرتا ہے تو وہ حدیث مرسل ہو گی، اسی طرح چوتھے طبقہ کا روای تیسرے طبقہ کے راوی کو چھوڑ کر دوسرے یا پہلے طبقہ کے راوی سے روایت کرتا ہے تو وہ حدیث منقطع اور معضل ہو گی۔

3: محدثین کے نزدیک معنعن روایت اس وقت تک متصل نہیں مانی جاتی جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کے رواۃ تدلیس کے عیب سے پاک ہیں[43] اور مدلس راوی کا عنعنہ حدیث کے ضعف کا باعث بن جاتا ہے۔ طبقات رجال کی معرفت سے تدلیس کو جاننے میں مدد ملتی ہے، مثال کے طور پر تیسرے طبقہ کا راوی پانچویں طبقہ کے راوی سے حدیث بیان کرتا ہے تو یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تیسرے اور پانچویں طبقہ

کے درمیان سے چوتھے طبقہ کا راوی ساقط کر دیا گیا ہے، اس طرح طبقات رجال کی معرفت سے معنعن روایت میں تدلیس معلوم کیا جاسکتا ہے۔

4: رواۃ حدیث پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایک ہی نام کے ایک سے زائد رواۃ کتب حدیث میں پائے جاتے ہیں حتی کہ باپ اور دادا کے نام میں بھی یکسانیت دیکھنے کو ملتی ہے اور طبقات رجال ہی وہ فن ہے جس کی معرفت سے ایسے رواۃ کے مابین تمیز کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر "احمد بن عبد اللہ بن علی" نام کے دو راوی تقریب التہذیب میں مذکور ہیں، لیکن ایک کا تعلق گیارہویں طبقہ سے ہے اور دوسری کا تعلق بارہویں طبقہ سے۔ [44] اس طرح کی بے شمار مثالیں کتب رجال میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ حدیث کے استناد میں طبقات رجال کی معرفت اہم کردار ادا کرتی ہے، اس سے نقد اسناد اور نقد حدیث کا کام لیا جاتا ہے، طبقات رجال کا علم رکھنے سے حدیث کے اندر ارسال، انقطاع، عضل اور تدلیس کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ رواۃ کے یکساں ہونے کے بعد ان میں تمیز کی جاسکتی ہے۔ طبقات کا علم ہو جانے کے بعد راوی کے شیوخ اور تلامذہ کی تحدید کی جاسکتی ہے اور یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ راوی کا تعلق صحابہ سے ہے یا تابعین سے یا تبع تابعین سے، تا کہ اس کے روایت پر حکم لگانے میں سہولت ہو۔

****

حواشی و حوالہ جات

1: حافظ ابن الصلاح نے حدیثِ صحیح کی تعریف یوں کی ہے: الحديث الصحيح : فهو الحديث المسند الذي يتصل إسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط إلى منتهاه ، ولا يكون شاذا ، ولا معللا.(مقدمة ابن الصلاح:12، ابو عمرو، عثمان بن عبد الرحمن الشہرزوری(ت 643ھ) دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1427ھ)

2: امام ابن سعد لکھتے ہیں: هو أول من دون الديوان وكتب الناس على قبائلهم ، وفرض لهم الأعطية من الفيء (طبقات ابن سعد: 3/282، دار صادر بیروت، 1985م)۔

3: عبد الرحمن بن علی بن محمد، ابو الفرج ابن جوزی، بغداد میں 508ھ کو پیدا ہوئے۔ حدیث، تاریخ، تفسیر اور مواعظ کے کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ تین سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ 597ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ (وفیات الاعیان 3/140، احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، منشورات الرضی، قم، ایران 1364ش)۔

4: ابن جوزی لکھتے ہیں: وإنما ضبطت هذا الترتيب تسهيلا للطلب على الطالب ولما لم يكن بد من مركز يكون كنقطة للدائرة رأيت أن مركزنا وهو بغداد أولى من غيره إلا أنه لما لم يمكن تقديمها على المدينة ومكة لشرفهما بدأت بالمدينة لأنها دار الهجرة ثم ثنيت بمكة (صفة الصفوة: 1/34، دار الحدیث، قاہرہ 2000م)۔

5: الانشقاق:19
6: الملک:4
7: الصحاح فی اللغۃ: 1/1511، المکتبۃ العصریہ، بیروت 1994م)۔
8: محمد بن مکرم بن علی، أبو الفضل، جمال الدین ابن منظور أنصاری الرویفعی افریقی، 630ھ کو مصر میں پیدا ہوئے، لغت وعربیت کے عالم اور فاضل تھے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ طرابلس کے قاضی بھی رہے، 711ھ کو وفات پائی۔ (الاعلام 7/108، خیر الدین زرکلی، دار العلم للملایین، بیروت 1974م۔
9: لسان العرب: 12/79 ابن منظور الافریقی، دار إحیاء التراث العربی-بیروت۔
10: محمد بن عبد الرحمن بن محمد شمس الدین سخاوی، قاہرہ میں 831ھ کو پیدا ہوئے، حصول علم کے لئے بکثرت اسفار کیے، خصوصاً حافظ ابن حجر عسقلانی سے بہت استفادہ کیا۔ آپ نے بکثرت کتابیں تصنیف کیں۔ 902ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔ (الاعلام 6/194)۔
11: فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث: 3:351، محمد بن عبد لرحمن السخاوی، نشر مطبعۃ الأعظمی، الھند۔
12: صحیح البخاری: کتاب الشھادات، [52] باب لا یشھد علی جور اذا شھد [9]، رقم [2656]۔
13: اسماعیل بن عمر بن کثیر عماد الدین ابو الفداء الدمشقی۔ حافظ حدیث، مؤرخ اور فقیہ تھے۔ 701ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ طلب علم کے لیے لمبے لمبے اسفار کیے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ 774ھ کو وفات پائی۔ (البدر الطالع 1/53، محمد بن علی شوکانی، مطبعۃ السعادۃ، مصر 134ھ)۔
14: اختصار علوم الحدیث: 230 حافظ ابن کثیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1432ھ۔
15: عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب قرشی ہاشمی۔ 3 قبل ہجری کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ حبر الامۃ (امت کے عالم) اور ترجمان القرآن جیسے القاب سے نوازے گئے، 68ھ کو طائف میں وفات پائی۔ (اسد الغابۃ 3/96، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1425ھ)۔
16: لسان العرب: 12/80۔
17: محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، ابو عبد اللہ شمس الدین ذہبی، حافظ، علامہ، محقق اور مؤرخ تھے۔ 673ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ طلب حدیث کے لیے بکثرت اسفار کیے۔ حافظ مزی اور ابن تیمیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ جملہ علوم وفنون میں متعدد کتابیں تصنیف کیں اور اسماء الرجال کے ائمہ میں شمار ہونے لگے۔ 748ھ کو دمشق ہی میں وفات پائی۔ (الدرر الکامنۃ 3/336، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ-حیدر اباد/الھند)۔
18: اسماعیل بن أبان الوراق، امام بخاری اور ابو حاتم کے شیوخ میں سے ہیں۔ ثقہ اور ثبت ہیں۔ صحیح بخاری اور ترمذی کے راوی ہیں۔ ہجری 216 کو وفات پائی۔ (الکاشف: 1/242)۔
19: اسماعیل بن أبان الغنوی۔ ہشام بن عروہ، محمد بن عجلان سے روایت کرتے ہیں۔ کذاب اور متروک ہے۔ 210 ہجری کو

وفات پائی۔(سیر اعلام النبلاء:10/349)۔

20: یعقوب بن شیبہ بن الصلت بن عصفور، أبو یوسف، السدوسی البصری (182 - 262ھ) مشہور ومعروف محدث اور مصنف تھے۔ بغداد میں وفات پائی۔(سیر اعلام النبلاء:12/476)۔

21: التقیید والإیضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح:416، دار الکتب العلمیہ، بیروت،1420ھ۔

22: لسان المیزان 1/223، ابن حجر عسقلانی، دار الفکر، بیروت۔

23: غالب بن عبید اللہ الجزری العقیلی، ضعیف اور متروک راوی حدیث ہیں۔ 135ھ کو فوت ہوئے۔(المجروحین2/201، دار الصمیعی، سعودی عرب،1420ھ)۔

24: نفس مصدر4/414۔

25: سلیمان بن مہران اسدی ابو محمد اعمش، تابعی ہیں، 60ھ کو پیدا ہوئے۔ کوفہ میں سکونت تھی اور وہیں 148ھ کو وفات پائی۔ قرآن وحدیث اور میراث کے بہت بڑے عالم تھے۔(تذکرۃ الحفاظ1/54، ابو عبد اللہ الذھبی، محمد بن أحمد بن عثمان دار إحیاء التراث العربی، بیروت)۔

26: تھذیب الکمال12/77، جمال الدین، أبو الحجاج یوسف المزی، تحقیق: بشار عواد-مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔

27: فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث: 3/351۔

28: ہیثم بن عدی بن عبد الرحمن الطائی الثعلبی الکوفی، ماہر انساب اور مؤرخ تھے۔ ہشام بن عروہ اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ حدیث میں ضعیف تھے۔ 207ھ کو وفات پائی۔(سیر اعلام النبلاء10/103، حافظ أبی عبد اللہ الذھبی تحقیق: بشار عواد، وشعیب الأرنؤوط-نشر مؤسسۃ الرسالۃ مابین سنۃ (1405ھ)۔

29: الفھرست لابن الندیم:111۔

30: محمد بن عمر بن واق الواقدی۔ سیر ومغازی کے امام تھے۔ طلب علم کے لیے بکثرت اسفار کیے۔ بغداد کے قاضی بھی رہے۔ کتابوں کے شوقین تھے، حدیث میں ضعیف قرار دیے گئے۔207ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ ((سیر اعلام النبلاء9/462)۔

31: الفھرست لابن الندیم:111، ابو الفرج محمد بن اسحاق ابن الندیم البغدادی، دار المعرفہ، بیروت 1417ھ۔

32: محمد بن سعد بن منیع ابو عبد اللہ البصری، 168ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ واقدی کی مصاحبت میں رہنے کی وجہ سے کاتب واقدی سے معروف ہوئے۔ ماہر انساب ورجال تھے۔230ھ کو وفات پائی۔(تذکرۃ الحفاظ2/425)۔

33: خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ الشیبانی العصفری البصری، محدث، ماہر انساب ورجال تھے۔ طبقات اور تاریخ پر کتابیں تصنیف کیں، 240ھ کو وفات پائی۔(الاعلام)۔

34: علم طبقات المحدثین:155، اسعد سالم القیم، مکتبۃ الرشد، الریاض،1994م۔

35: مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری ابو الحسین نیشاپوری، 204ھ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ کبار ائمہ اور حفاظ حدیث میں سے

تھے، طلب حدیث کے لیے حجاز، شام اور عراق کے سفر کیے اور حدیث کے ائمہ میں شمار ہونے لگے۔ نیشاپور ہی میں 261ھ کو وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ:2۔588، ابو عبد اللہ الذھبی، محمد بن أحمد بن عثمان (ت 748ھ) دار إحیاء التراث العربی، بیروت)۔

36: علم طبقات المحدثین:155۔

37: محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ تیمی، ابوحاتم سجستانی۔ تاریخ، جغرافیہ، رجال ور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ حصول علم کے سلسلہ میں خراسان، شام، مصر، عراق اور جزیرہ کے سفر کیے۔ متعدد کتابیں تصنیف کی۔ 354ھ کو وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ 3/290)۔

38: علم طبقات المحدثین:155۔

39: احمد بن علی بن محمد، ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، قاہرہ میں 773ھ کو پیدا ہوئے۔ حدیث، رجال اور تاریخ کے بے نظیر عالم تھے۔ لاتعداد کتابیں تصنیف کیں، 852ھ کو وفات پائی۔ (البدر الطالع 1/87)۔

40: تقریب التہذیب:1/2، دار نشر کتب الاسلامیہ، لاہور 1985م۔

41: عبد العزیز بن محمد بن ابراہیم، ابن جماعہ الکنانی، 694ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے، حافظ حدیث اور فقیہ تھے، متعدد کتابیں تصنیف کیں، مصر کے قاضی رہے، 767ھ کو وفات پائی۔ (الاعلام 4/26)۔

42: فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث:4/395۔

43: نفس مصدر 1/187۔

44: تقریب التہذیب:1/81۔